اِسلام کیا ہے؟

شیخ الاِسلام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ

ترجمہ و تخریج، دارالسلام ریسرچ سنٹر

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

مضامین

عرضِ ناشر

زندگی کسی مقصد، کسی نصب العین اور کسی نظریے کے بغیر بسر نہیں ہوسکتی۔ جو لوگ کسی اچھے اور بڑے مقصد کے بغیر جیتے ہیں، ان کی زندگی، زندگی نہیں، محض ایک بوجھ ہے جسے جانور ڈھوتے ہیں۔ اس لحاظ سے ہم سب مسلمان کتنے خوش قسمت ہیں کہ ہمیں اسلام نے کس قدر عظیم الشان اور کیسا بے مثل مقصدِ زندگی مرحمت فرمایا ہے اور کتنے بلیغ پیرائے میں بتلا دیا ہے کہ اپنے پیدا فرمانے والے مقدس پروردگار کو پہچان لو۔ اسی کے یگانہ حسن پر فریفتہ ہو جاؤ۔ اُسی کے آگے سجدہ ریز رہو۔ اس کے علاوہ ہر چیز کا خوف چمڑی سے نکال دو۔ ہر آن اسی کی رضا ڈھونڈتے رہو، اسی کو چاہو، اسی سے پیار کرو اور اُسی کی طلب میں مرمٹو۔ یہی وہ اکلوتی راہ ہے جس میں تم دنیا اور آخرت کی کامیابیوں کے لامحدود امکانات کو اپنے استقبال کا منتظر پاؤ گے۔

یہ کتنی الم ناک بات ہے کہ جس امت مسلمہ کو اتنا رفیع الشان نصب العین بخشا گیا، آج اس کا سارا معاشرہ امریکہ اور یورپ سے مرعوب ہے اور مسلمان مغربی تہذیب کی نقالی میں ایسے مدہوش ہیں کہ اپنے اسلاف کرام کی تمام اعلیٰ روایات بھول گئے ہیں۔

ملال یہ ہے کہ مغربی تہذیب کے نقال مسلمانوں نے مغربی فیشن کسی تجربہ و تحقیق کی کسوٹی پر پرکھ کر اور اس کا فائدہ یا خسارہ جانچ کر نہیں اپنایا بلکہ وہ اس کی ظاہری چمک دمک ہی سے حواس باختہ ہو گئے۔ مغرب سے اخذ کرنے کی اصل چیز اس کی تہذیب و معاشرت نہیں، سائنس اور ٹیکنالوجی کے علوم ہیں۔ لازم تھا کہ ہمارے اہل دانش سائنسی علوم سیکھتے اور انھیں وحیٔ الٰہی کے تحت لا کر انسانیت کے لیے آیۂ رحمت بنا دیتے لیکن یہ رول ادا کرنے کی بجائے

پلٹ آئیں۔ شیخ موصوف نے لکھا ہے کہ تفہیم دین کا پہلا اصول اللہ تعالیٰ کی معرفت، دوسرا اصول دین اسلام کی معرفت اور تیسرا اصول حضرت محمد ﷺ کی معرفت ہے۔ ان تینوں ابواب میں انھوں نے اسلام کے تمام اساسی اصولوں کی بڑی سادہ اور دلنشین تشریح کی ہے۔ انھوں نے بتایا ہے ایک مسلمان کے لیے اللہ رب العزت کی معرفت اور رسالت مآب ﷺ کی سیرت مقدسہ سے کما حقہ آگاہ ہونا شرط لازم ہے۔ ان کے ارشادات کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک سچے، کھرے اور صاحب شعور مسلمان کو دین کے تمام احکام صرف قرآن وسنت کے دلائل ہی کی روشنی میں سمجھنے اور زیر عمل لانے چاہئیں۔ اور اسلامی تعلیمات کے نور سے نہ صرف اپنی ذات اور اہل خانہ کے دلوں کو منور کرنا چاہیے بلکہ دعوت وتبلیغ کے ذریعے سے یہ مقدس اُجالا دنیا بھر میں پھیلانا چاہیے۔

فاضل مصنف نے درحقیقت تمام بھولے بھٹکے انسانوں کو پکارا ہے کہ علم و یقین، سکون و اطمینان اور عزت ومسرت کی زندگی مطلوب ہے تو گمراہی کے نقوش قدم چھوڑ دو، گناہوں سے توبہ کرلو اور اپنے دل میں انقلابی تبدیلی پیدا کر کے اللہ رب العزت کی معرفت واطاعت کی چھاؤں میں آجاؤ۔ فی الجملہ ہر انسان کے نام ان کا یہی پیغام ہے۔

اٹھ، بھاگ دوڑ آ اس طرف، طاقت ابھی ہے پاؤں میں
آرام، راحت، زندگی سب کچھ ہے رب کی چھاؤں میں

موصوف نے عبادات کی مختلف قسمیں بیان کی ہیں۔ پھر دین قیم کی تشریح کرتے ہوئے اسلام، ایمان اور احسان کے اسباق اُجاگر کیے ہیں۔ ان کے تیسرے اصول کا ماحصل یہ ہے۔

بمصطفیٰ ﷺ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست!

اس باب میں انھوں نے خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی معرفت کی اہمیت، فضیلت، ضرورت اور افادیت واضح کی ہے۔ انھوں نے نماز کے التزام پر بڑا زور دیا ہے اور خبردار کردیا

ہے کہ

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اس کتاب کی دائمی اہمیت وافادیت کے پیش نظر دارالسلام شعبۂ فقہ ومتفرقات اسے ''اسلام کیا ہے؟'' کے عنوان سے سلیس اور نفیس اُردو میں شائع کر رہا ہے۔

دنیا کا ہر وہ فرد جو سچائی اور کامیابی کا متلاشی ہے اسے اس کتاب کا التزام سے مطالعہ کرنا چاہیے۔ خاص طور پر کسی مسلمان مرد اور عورت کو قرآن وسنت کے ان عظیم معارف سے بے خبر نہیں رہنا چاہیے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دارالسلام کی یہ محنت قبول فرمائے اور ہر مسلمان کو قرآن وسنت کی دکھائی ہوئی سیدھی اور سچی راہ پر گامزن کر دے۔

عزیزی حافظ عبدالعظیم اسد نے یہ کتاب جس نُدرت اور نفاست سے شائع کی ہے، اس کے لیے وہ اور ان کے معاونین تحسین کے مستحق ہیں۔ ان معاونین کرام میں دارالسلام کے ریسرچ سکالر جناب حافظ محمد ندیم، مولانا تنویر احمد اور جناب احمد کامران کے علاوہ کمپوزنگ اور ڈیزائننگ سیکشن کے جناب محمد عامر رضوان، جناب ابومصعب اور ممتاز آرٹسٹ جناب زاہد سلیم چوہدری شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب رفقائے ادارہ کو بیش از بیش دینی خدمات انجام دیتے رہنے کے لیے تادیر سلامت رکھے!

خادم قرآن وسنت

عبدالمالک مجاہد

مدیر: دارالسلام الریاض، لاہور

مئی 2007ء

حرفِ اوّل

اس کائنات کی حقیقی دولت کا نام معرفتِ دین ہے۔ معرفت دین، حکمت دین یا تفقه في الدين کو کلام وحی میں خیر کثیر قرار دیا گیا ہے۔ دین، شریعت میں ایک ایسی اصطلاح ہے جو قرآن مجید کے مختلف مقامات پر متعدد مفاہیم اور معانی میں استعمال ہوئی ہے۔ ان سب مطالب کا استقصا کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اس سے مراد ایک مکمل ضابطۂ حیات اور نظامِ زندگی ہے جس کے ساتھ کسی دوسرے مادّی یا طاغوتی نظام کا پیوند نہیں لگایا جا سکتا۔ دین وہ منشورِ حیات ہے جس میں ایک انسان کی انفرادی زندگی سے لے کر اس کی حیات اجتماعی اور جملہ تمدنی اور ریاستی اداروں کے لیے وہ رہنمائی موجود ہے جسے حق تعالیٰ جلّ شانہ نے مقرر کیا اور جس کے عملی مظاہر اور امکانات کو خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ نے اپنی سنت مطہرہ کی دائمی شکل میں انسانیت کے سامنے پیش کر دیا۔ اس دین قیّم کی یہ ابتدائی اور مطلوبہ شکل وصورت اپنی تمام تر تفصیلات کے ساتھ امت کی رہنمائی کے لیے موجود ہے جس کے برخلاف عمل گمراہی، شرک اور فسق و فجور کے علاوہ کچھ اور نہ ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ ﴾

''بلاشبہ دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام (ہی) ہے۔ اس دین سے ہٹ کر جو مختلف طریقے لوگوں نے اپنائے، جنھیں کتاب دی گئی تھی، ان کے اس طرزِ فکر کی

کوئی اور وجہ اس کے علاوہ نہ تھی کہ انھوں نے علم آ جانے کے بعد آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کے لیے ایسا کیا۔ اور جو کوئی بھی اللہ کے احکام (ہدایات) کی پیروی سے انکار کردے تو پھر اللہ کو اس کا محاسبہ کرنے میں کچھ دیر نہیں لگتی۔"[1]

یہی دین اسلام، انسانیت کی وہ حقیقی متاع ہے جو اس حیات دنیوی میں فوز وفلاح اور حیات اخروی میں کامیابی اور دائمی انعامات کی ضمانت ہے۔ افسوس کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے اس دین خالص کی علمی اور عملی سطح پر جس تقویٰ اور للّٰہیت کے ساتھ حفاظت کی، بعد کے ادوار میں فلسفہ وکلام اور تصوف و ویدانت کے عجمی افکار نے ان میں ایسی پیوند کاری کی کہ جس کے باعث آج تک الدّین الخالص سے امت کے بہت سے طبقات محروم ہو کر شرک ومعصیت کی نامطلوب زندگی گزار رہے ہیں۔

کتاب وسنت کا مطالعہ ہم پر اس حقیقت کو بے نقاب کرتا ہے کہ امت میں دین حق کی حفاظت اور اس کی دعوت وتبلیغ کے لیے کسی ایک نہ ایک طبقے کو ضرور مصروف عمل ہونا چاہیے، خواہ اس کی شکل دعوت وتبلیغ کی ہو یا درس وتدریس کی یا پھر تصنیف وتالیف کی۔ الحمدللہ ہر عہد میں ایک طائفۂ منصورہ اس عظیم مقصد اور دین قیّم کی حفاظت واشاعت میں سرگرم عمل رہا ہے۔ تاریخ میں دعوت وعزیمت کا یہ مستقل باب اپنی درخشاں دینی روایات کے ساتھ موجود رہا ہے مگر یہاں اس کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ اسی مقصودِ حیات کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ۭ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۝﴾

[1] آل عمران 19:3۔

حرفِ اوّل

''اور یہ بہت ضروری نہ تھا کہ اہل ایمان سب ہی نکل کھڑے ہوتے مگر ایسا (بھی) کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادیوں کے ہر حصے میں سے کچھ لوگ اس مقصد کے لیے نکل آتے اور دین کا فہم پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنی بستی کے باشندوں کو متنبہ کرتے تاکہ وہ (اس غیر اسلامی روش سے) پرہیز کرتے۔''[1]

اسلامی مملکت سعودیہ میں الحرمین الشریفین کے بلاد مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے فاضل اور متقی علمائے کرام کی جماعت پیدا کر رکھی ہے، جنھوں نے جہدِ مسلسل سے غیر اسلامی عقائد کی بیخ کنی کے لیے مسلسل علمی، تحقیقی اور دعوتی کام کیا ہے۔ ایسے نفوس قدسیہ میں سے ایک امام الدّعوہ محمد بن سلیمان تمیمی رحمہ اللہ کی شخصیت ہے کہ جنھوں نے تاحین حیات خالص دعوتی سرگرمیوں کو کتاب وسنت کی اساس پر جاری رکھا۔ اس ضمن میں ان کے کچھ رسائل بھی عربی زبان میں شائع ہوئے ہیں جن میں سے ایک الأصول الثلاثة وأدلتها ہے جس کی افادیت کے پیش نظر دارالسلام نے اس کا آسان اور رواں اُردو زبان میں ایک ترجمہ ''اسلام کیا ہے؟'' کے نام سے کرایا ہے۔ اس مفید اور ناصحانہ کتاب کے ترجمہ وترجمانی کے فرائض نوجوان دینی سکالر پروفیسر ابوانس محمد سرور گوہر حفظہ اللہ نے انجام دیے۔ اپنے موضوع پر یہ مختصر رسالہ ''بقامت کہتر وبقیمت بہتر'' کا مصداق ہے۔

اس مفید اور مستند حوالوں سے مزین رسالے میں ابتداءً اصول دین پر بحث کی گئی ہے کہ مسلمان کے قول وعمل کے لیے صحیح علم کی ضرورت ہے جس کی معرفت کے لیے تین اساسی تعلیمات اور مسائل کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔

اِن میں اوّلین اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے، جس کے لیے آسمان سے وحی جیسے مستند ذریعۂ علم کے علاوہ انبیاء و رسل علیہم السلام بھی اس کی وضاحت وصراحت کے لیے مبعوث

---

[1] التوبة 9:122.

ہوئے، جن میں سے آخری رسول خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ ہیں، جنھوں نے معرفتِ الٰہیہ کے ضمن میں تمام تر علمی اور عملی جدوجہد کی اور دنیا میں شرک و بدعات کو ختم کر کے توحید خالص کا پرچم بلند کر دیا۔ آپ کی حیات طیبہ میں معرفت الٰہیہ کا یہ پیغام تیرہ لاکھ مربع میل پر عملاً قائم ہو گیا اور بعد کے ادوار میں خلافت راشدہ نے اس معرفت دین کے علمی اور دعوتی وسائل کو پینتالیس لاکھ مربع میل تک پھیلا دیا۔ اور اس کے بعد گزشتہ چودہ صدیوں میں امت مسلمہ میں سے ایک طائفۂ منصورہ اس دین حق کی معرفت کے لیے ہر نوع کی قربانیوں کے باوصف شہادتِ حق کا یہ فریضہ انجام دیتا چلا آ رہا ہے۔

''اسلام کیا ہے؟'' میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کو تقدم حاصل ہے، اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کی صفات کے ساتھ یوں کی جائے کہ اس میں کوئی شرک کا شائبہ باقی نہ رہے۔ کفار جس طرح اپنے بتوں کو خالق حقیقی تک رسائی کے لیے سفارش کا تصور رکھتے تھے، ایک مسلمان کو اس مقصد کے لیے مخلوق کے وسیلے سے پرہیز کرنا چاہیے، نیز شرک سے اجتناب ہی ایک بندۂ مسلم کی حقیقی کامیابی کا ذریعہ ہے۔

پھر دین اسلام کی معرفت ہے جس کے لیے حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت کی معرفت ناگزیر ہے۔ اس رسالے میں ان تینوں بنیادی صداقتوں کی تفہیم کے لیے ایک سہل، سادہ اور رواں اسلوب تحریر اختیار کیا گیا ہے۔

اس رسالے کے آخری حصے میں نماز کی درست ادائیگی کے ضمن میں نو بنیادی شرائط کا ذکر کرتے ہوئے چودہ ارکان نماز کا بیان ہے۔ جنھیں جان لینے کے بعد نماز کی ظاہری ہیئت کے ساتھ اس کا حقیقی گوہرِ مقصود بھی ہاتھ آ جاتا ہے۔ اس کتاب کے انتہائے آخر میں چار ایسے قواعد کا بیان ہے جن کے ادراک کے بغیر نہ تو کوئی آدمی مسلمان ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس کے دعوائے ایمان کو تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

دارالسلام نے اسلامی عقائد وعبادات کے صحیح تصور کو اُجاگر کرنے کے لیے جو بیش قیمت لٹریچر تیار کیا ہے، یہ کتابچہ اس سلسلے کی ایک مفید کڑی ہے۔ اس ادارے کے روایتی ذوق طباعت نے اس کوشش کو مفید مطلب ہونے کے علاوہ جاذب نظر بھی بنادیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس مساعی کو حسن قبول عطا فرمائے اور عامۃ المسلمین کے لیے اس کو مفید اور نافع بنائے۔ آمین یا رب العالمین.

پروفیسر عبدالجبار شاکر

بیت الحکمت، لاہور

دین کی بنیادی باتیں

دین سے متعلقہ چار بنیادی باتیں جن کا جاننا انتہائی ضروری ہے:

1. علم، یعنی اللہ تعالیٰ (اور اس کی صفات) کی معرفت، نبی ﷺ کی سیرت طیبہ کا علم اور دین کے احکام و مسائل دلیل کے ساتھ جاننا۔
2. دینی احکام و مسائل پر عمل کرنا۔
3. دین کی دعوت دینا۔
4. اگر تبلیغ کرتے ہوئے کوئی آزمائش آئے تو اس پر صبر کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝﴾

''زمانے کی قسم! بے شک انسان خسارے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین کی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔''[1]

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''اگر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے لیے محض اس سورت (العصر) کے علاوہ کوئی اور دلیل نازل نہ بھی فرماتا تو بھی بنی نوعِ انسان کی کامیابی کے لیے صرف یہی

[1] العصر 103:1-3.

سورت کافی تھی۔‘‘[1]

امام بخاری رحمہ اللہ صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

«اَلْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ»

’’قول وعمل سے پہلے علم ضروری ہے۔‘‘[2]

امام موصوف نے اس بات کی دلیل میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ﴾

’’پس (اے نبی!) آپ جان لیجیے کہ بلاشبہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور اپنے گناہ کی بخشش مانگیے۔‘‘[3]

یہ آیت نقل کرنے کے بعد امام صاحب وضاحت فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قول وعمل سے پہلے معرفت کا ذکر فرمایا ہے، لہٰذا ہر مسلمان مرد اور عورت کو مندرجہ ذیل تین مسائل کی اچھی طرح معرفت ہونی چاہیے: ① اللہ تعالیٰ کی معرفت ② دین اسلام کی معرفت ③ حضرت محمد ﷺ کی معرفت۔

① تفسیر ابن کثیر:3089/4، تفسیر سورۃ العصر.

② صحیح البخاري، العلم، باب العلم قبل القول والعمل، قبل الحدیث : 68.

③ محمد 19:47.

اللہ تعالیٰ کی معرفت

اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا، رزق دیا اور پھر ہمیں شتر بے مہار کی طرح آزاد اور بے لگام نہیں چھوڑ دیا بلکہ ہماری رہنمائی کے لیے رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ سو جس نے نبی ﷺ کی اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے نبی ﷺ کی نافرمانی کی وہ دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۝ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ۝ ﴾

''بے شک ہم نے تمھاری طرف ایک رسول بھیجا جو تم پر شاہد ہے جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا، چنانچہ فرعون نے رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اسے نہایت سختی سے پکڑ لیا۔''[1]

اللہ تعالیٰ کو یہ ہرگز پسند نہیں کہ اس کی عبادت میں کسی اور کو بھی اس کے ساتھ شریک کیا جائے، خواہ وہ کوئی مقرب فرشتہ ہو یا کوئی رسول۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝ ﴾

''اور یقیناً مسجدیں اللہ ہی کے لیے ہیں، لہٰذا اللہ کے ساتھ کسی کو بھی نہ پکارو۔''[2]

جو شخص رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور ایک اللہ کی عبادت کرتا ہو، اسے قطعاً زیب نہیں

---

① المزمل 16,15:73 . ② الجن 18:72 .

اسلام کیا ہے؟

دیتا کہ وہ ایسے لوگوں سے تعلقات یا دوستی رکھے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں، خواہ وہ اس کے کتنے ہی قریبی رشتے دار کیوں نہ ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾

''(اے نبی!) آپ (ایسی) کوئی قوم نہیں پائیں گے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہوں کہ وہ ان (لوگوں) سے دوستی کریں جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہوں اگرچہ وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کا کنبہ قبیلہ ہو۔ یہی لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے اور انھیں اپنے غیب کے فیض سے قوت بخشی اور وہ انھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے، یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں، جان لو! بے شک (جو) اللہ کا گروہ ہے وہی فلاح پانے والا ہے۔''[1]

یاد رہے! (اللہ تعالیٰ ہمیں سیدھی راہ دکھائے) کہ سیدھا راستہ اور دین ابراہیمی صرف یہ ہے کہ ہم اللہ کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے ایک اللہ ہی کی عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو اسی بات کا حکم دیا ہے اور ان کی تخلیق کا مقصد بھی یہی بیان فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد عالی ہے:

---

[1] المجادلة 22:58.

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ ﴾

''اور میں نے جن اور انسان اسی لیے تو پیدا کیے ہیں کہ وہ میری ہی عبادت کریں۔''[1]

اللہ تعالیٰ نے توحید کے بارے میں جو سب سے اہم حکم دیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک اللہ ہی کی عبادت کی جائے۔ اور سب سے برا فعل جس سے روکا گیا ہے وہ شرک ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے ساتھ کسی اور کو پکارا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ﴾

''اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔''[2]

اگر آپ سے یہ سوال کیا جائے کہ وہ کون سے تین اصول ہیں جنھیں جاننا انسان کے لیے ضروری ہے تو آپ صاف کہہ دیں کہ ہر انسان کو اپنے رب، اپنے دین اور اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کی کما حقہ معرفت ہونی چاہیے۔

اگر آپ سے پوچھا جائے کہ ''تمھارا رب کون ہے؟'' تو آپ کہیں: ''میرا رب اللہ ہے جس نے اپنی نعمتوں سے مجھے اور تمام جہانوں کو نوازا اور بتدریج پروان چڑھایا۔ وہی میرا معبود ہے، اس کے سوا میرا کوئی معبود نہیں۔'' فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾

''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔''[3]

یعنی اللہ کے سوا ہر چیز بجائے خود ایک جہان ہے اور ان لاتعداد جہانوں میں سے ایک میں بھی ہوں۔

اور جب آپ سے سوال کیا جائے کہ ''تم نے اپنے رب کو کیسے پہچانا؟'' تو آپ کہہ دیں

---

[1] الذّٰریٰت 56:51. [2] النسآء 36:4. [3] الفاتحة 2:1.

کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات اور اس کی نشانیاں رات اور دن، سورج اور چاند بھی ہیں۔ ہمارے خالق و مالک کی بے شمار تخلیقات میں سات زمینیں اور ساتوں آسمان بھی شامل ہیں۔ ان زمینوں، آسمانوں، خلاؤں اور فضاؤں کے مابین تمام موجودات اور مخلوقات زبانِ حال سے پکار پکار کر اللہ کی ذاتِ عالی اور اس کی عظمت و کبریائی کی گواہی دے رہی ہیں، میں نے اپنے رب کو انھی نشانیوں سے پہچانا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ ۚ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○ ﴾

''اور اسی (اللہ) کی نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند بھی ہیں۔ تم لوگ نہ تو سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو۔ اگر واقعی تم اسی کی عبادت کرتے ہو تو تم اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان (سب) کو پیدا کیا ہے۔''[1]

مزید فرمایا:

﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۣ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ ﴾

''بے شک تمھارا رب وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر مستوی ہو گیا۔ وہ دن کو رات سے اس طرح ڈھانپتا ہے کہ وہ (رات) جلدی سے اسے (دن کو) آ لیتی ہے اور اس نے سورج، چاند اور تارے اس طرح

[1] حٰمٓ السجدة 41:37.

پیدا کیے کہ وہ سب اس (اللہ) کے حکم کے پابند کردیے گئے ہیں۔ آگاہ رہو! پیدا کرنا اور حکم صادر کرنا اسی کے لیے روا ہے، اللہ رب العالمین بہت بابرکت ہے۔"[1]

رب سے مراد وہ معبود حقیقی ہے جس کی عبادت کی جائے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ ﴾

"اے لوگو! تم اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمھیں پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ وہ (رب) جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور آسمان کو چھت (بنایا) اور اس نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر اس کے ذریعے سے (کئی قسم کے) پھلوں سے تمھارے لیے رزق نکالا۔ پس تم اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ، اس حال میں کہ تم جانتے ہو۔"[2]

عبادت کی اقسام

ہر وہ کام جسے اللہ تعالیٰ نے کرنے کا حکم دیا ہے، وہ کام کرنا عبادت ہے، مثلاً: اسلام، ایمان، احسان، دعا، خوف، امید، توکل، محبت، ڈر، خشوع وخشیت، انابت، مدد طلب کرنا، پناہ چاہنا، فریاد کرنا، ذبح کرنا اور نذر ماننا وغیرہ یہ تمام کام عبادات میں شامل ہیں۔ یہ اور ان کے علاوہ عبادت کی دیگر تمام اقسام جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہوں تو وہ توحید کے زمرے میں ہوں گی اور جنت کا حقدار ٹھہرائیں گی۔ اس کے برعکس اگر ان میں سے کوئی کام بھی غیر اللہ کے لیے کیا جائے تو وہ شرک

---

[1] الأعراف 54:7. [2] البقرة 22,21:2.

ہوگا اور جہنم کا سزاوار ٹھہرائے گا۔ اللہ نے فرمایا ہے:

﴿ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴾

''اور یقیناً مسجدیں اللہ ہی کے لیے ہیں، لہٰذا اللہ کے ساتھ کسی کو بھی نہ پکارو۔''[1]

پس جس شخص نے ان عبادات میں سے کسی بھی قسم کو غیر اللہ کے لیے مخصوص کر دیا، وہ مشرک اور کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾

''اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو یقیناً اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے، بے شک کافر فلاح نہیں پائیں گے۔''[2]

حدیث میں ہے:

«اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ»

''دعا عبادت کا مغز ہے۔''[3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴾

---

[1] الجن 72:18. [2] المؤمنون 23:117.

[3] جامع الترمذي، الدعوات، باب منه: [الدعاء مخ العبادة]، حديث:3371. یہ حدیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہے لیکن اسی مفہوم کی ایک سنداً صحیح حدیث (:3247) بھی ترمذی ہی میں مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: «اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ» ''دعا ہی اصل عبادت ہے۔''

''اور تمھارے رب نے کہا ہے: تم مجھے پکارو، میں تمھاری (دعائیں) قبول کروں گا، بلاشبہ جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں، وہ عنقریب ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''[1]

اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرنے کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

''پس تم ان (کافروں) سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔''[2]

اللہ تعالیٰ ہی سے امید رکھنے کی دلیل: فرمان الٰہی ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾

''پھر جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو تو چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔''[3]

اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرنے کی دلیل: فرمان الٰہی ہے:

﴿وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

''اور اگر تم مومن ہو تو تمھیں اللہ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے۔''[4]

مزید فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾

''اور جو شخص اللہ پر توکل کرے تو وہ اسے کافی ہے۔''[5]

■ اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرنے اور اس سے ڈرنے کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

① المؤمن 60:40. ② آل عمرٰن 175:3. ③ الکہف 110:18.

④ المآئدۃ 23:5. ⑤ الطلاق 3:65.

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَٰرِعُونَ فِي ٱلْخَيْرَٰتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا لَنَا خَٰشِعِينَ ۝﴾

''بے شک وہ (انبیاء علیہم السلام) نیکیوں میں جلدی کرتے اور ہمیں رغبت اور ڈر سے پکارتے تھے اور وہ ہمارے ہی نیاز مند تھے۔''[1]

اللہ تعالیٰ ہی سے خشیت کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَٱخْشَوْنِ﴾

''پس تم ان (کافروں) سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو۔''[2]

اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرنے کی دلیل: فرمان الٰہی ہے:

﴿وَأَنِيبُوٓا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُۥ﴾

''اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرماں بردار ہو جاؤ۔''[3]

اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرنے کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝﴾

''ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔''[4]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ»

''جب تم مدد طلب کرو تو اللہ ہی سے مدد طلب کرو۔''[5]

اللہ تعالیٰ ہی سے پناہ مانگنے کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ ۝ مَلِكِ ٱلنَّاسِ ۝﴾

---

① الأنبيآء21:90. ② المآئدة5:3. ③ الزمر39:54. ④ الفاتحة1:5.

⑤ جامع الترمذي، صفة القيامة، باب حديث حنظلة، حديث: 2516.

''کہہ دیجیے: میں انسانوں کے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔ انسانوں کے بادشاہ کی۔''[1]

اللہ تعالیٰ ہی کو غوث ماننے کی دلیل: فرمان الٰہی ہے:

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ﴾

''(یاد کرو) جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمھاری فریاد قبول کرلی۔''[2]

صرف اللہ تعالیٰ ہی کے نام پر ذبح کرنے کی دلیل: فرمان الٰہی ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۝﴾

''کہہ دیجیے: بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت، (سب کچھ) اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی (بات، یعنی توحید) کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔''[3]

اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَعَنَ اللهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللهِ»

''جو شخص اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے ذبح کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔''[4]

نذر کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝﴾

''وہ اپنی نذریں پوری کرتے اور اس دن سے خوف کھاتے ہیں جس کی آفت (ہر طرف) پھیلی ہوگی۔''[5]

---

① الناس 114:1،2. ② الأنفال 8:9. ③ الأنعام 6:162،163.

④ صحیح مسلم، الأضاحي، باب تحریم الذبح لغیر اللّٰہ تعالٰی ولعن فاعله، حدیث: 1978.

⑤ الدهر 76:7.

دینِ اسلام کی معرفت

دینِ اسلام کو دلائل سے پہچاننا چاہیے، یعنی توحید کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے لیے سرِتسلیم خم کرنا، اطاعت کے ذریعے سے اس کا فرماں بردار ہونا اور شرک سے بچتے ہوئے اس کے ساتھ خلوص کا اظہار کرنا۔ معرفتِ دین کے تین مراتب ہیں:

■ اسلام ■ ایمان ■ احسان

ان مراتب میں سے ہر مرتبے کے ارکان ہیں۔

■ اسلام

اسلام کے پانچ ارکان ہیں:

- ■ شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔
- ■ نماز قائم کرنا
- ■ زکاۃ ادا کرنا
- ■ بیت اللہ کا حج کرنا
- ■ رمضان کے روزے رکھنا

■ شہادت کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○﴾

"اللہ نے گواہی دی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، فرشتوں اور اہل علم نے بھی (گواہی دی ہے) درآں حالیکہ وہ انصاف کے ساتھ قائم ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ غالب ہے، خوب حکمت والا۔"[1]

اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں۔ لَا إِلٰهَ اللہ رب العزت کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے، ان کی نفی کرنے والا ہے اور إِلَّا اللّٰهُ ثابت کرتا ہے کہ ہر قسم کی عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے روا ہے، وہ یکتا ہے، جس طرح اس کی حکومت و فرمانروائی میں کوئی شریک نہیں، ٹھیک اسی طرح اس کی عبادت میں بھی کوئی شریک وسہیم نہیں۔ اس کی تفسیر خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح فرمائی ہے:

﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ۙ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ○ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○﴾

"اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: بلاشبہ میں ان (بتوں) سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ سوائے اس (اللہ) کے جس نے مجھے پیدا کیا تو بے شک وہی جلد میری رہنمائی فرمائے گا۔ اور (ابراہیم) اپنی اولاد میں (بھی) اسی (کلمۂ توحید) کو ایک باقی رہنے والا کلمہ بنا گئے تا کہ وہ (اللہ کی طرف) رجوع کریں۔"[2]

نیز فرمایا:

﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا

[1] آل عمران 3:18۔ [2] الزخرف 43:26-28۔

ہمارے تجدد پسند بھائی نفس کے پھندوں میں ایسے پھنسے کہ اسلام کی بخشی ہوئی اعلیٰ اقدار بھی انھیں اجنبی معلوم ہونے لگیں۔ آج اکثر مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ وہ اللہ رب العزت کو مانتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو حقیقی معنوں میں اپنا رب ماننے کی جو ذمہ داریاں ہیں، انھیں یکسر نظر انداز کر جاتے ہیں۔ ان کی متاعِ یقین کھو گئی ہے۔ ان کی مسجدیں مرثیہ خواں ہیں۔ وہ اذان سنتے ہیں مگر نماز نہیں پڑھتے۔ بہت سوں کے پاس مال ہے مگر وہ انفاق فی سبیل اللہ نہیں کرتے۔ ان کی اقتصادیات میں سود گردش کر رہا ہے۔ ان کی ثقافت میں صنم گری ہو رہی ہے۔ ان کے شادی بیاہ کی تقریبات ہندوؤں کی شادیوں کا چربہ ہیں۔ ان کے معاشرے میں مرد و زن کا اختلاط بڑھ رہا ہے۔ حجاب و نقاب رخصت ہو گئے ہیں۔ جلوہ آرائیاں عروج پر ہیں۔ میڈیا شیطان کا جال بن گیا ہے۔ جگہ جگہ پکچر گیلریاں سجی ہوئی ہیں۔ نگر نگر موسیقی کی آوارہ تانیں گونج رہی ہیں۔ گھر گھر لچر فلموں، مخرب اخلاق ڈراموں اور تضیعِ اوقات کے پروگراموں کا راج ہے۔ عشرت پرستی کی ظلمتوں سے دماغوں کی فضا تاریک اور دل سوزِ عمل سے خالی ہو گئے ہیں اور مذہب کے مقدس نام پر شرک و بدعت کی دھول اڑ رہی ہے ...... اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ...... ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھیے اور خدا لگتی کہیے۔ کیا یہ مسلمانوں کا معاشرہ ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ یہ صورتحال شعائرِ اسلام سے بے وفائی اور منافقت کا شرمناک مظاہرہ ہے۔ اس منافقت کے جو لرزہ خیز نتائج نکلے ہیں وہ ڈھکے چھپے نہیں، سب کے سامنے ہیں۔ منافقت اور گمراہی کے اس رویے اور رجحان پر آج قریہ قریہ، گلی گلی انفرادی و اجتماعی توبہ کی مسلسل منادی اور دعوتِ حق کے متواتر اہتمام کی فوری ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ سعودی عرب کے جلیل القدر عالم دین شیخ محمد بن سلیمان رحمہ اللہ پر ہر آن اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ انھوں نے زیرِ نظر کتاب الأصول الثلاثة وأدلتها اسی لیے لکھی ہے کہ مسلمان اپنی گم شدہ عظمت کی بازیافت کے لیے دینِ قیم کی اصل تعلیم، تفہیم اور تعمیل کی طرف

اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝﴾

''آپ کہہ دیجیے: اے اہل کتاب! ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو رب نہ بنائے، پھر اگر وہ منہ موڑیں تو تم کہہ دو: اس بات کے گواہ رہو کہ بے شک ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں۔''[1]

❁ نبی ﷺ کی رسالت کی دلیل: فرمان الٰہی ہے:

﴿لَقَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾

''(لوگو!) یقیناً تمھارے پاس تمھی میں سے ایک رسول آگیا ہے، اس پر تمھارا تکلیف میں مبتلا ہونا گراں گزرتا ہے، وہ تمھاری بھلائی کا بہت حریص ہے، مومنوں پر نہایت شفیق، بہت رحم کرنے والا ہے۔''[2]

یہ گواہی دینا کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کام کا آپ حکم فرمائیں وہ کام کرنا، جس چیز کی خبر دیں اس کی تصدیق کرنا اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے رک جانا اور آپ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا۔

❁ نماز قائم کرنے اور زکاۃ ادا کرنے کی دلیل، نیز اس ضمن میں توحید کی وضاحت: فرمان الٰہی ہے:

---

[1] آل عمران 64:3. [2] التوبة 128:9.

﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝ ﴾

''حالانکہ انھیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کے لیے بندگی خالص کر کے، یکسو ہو کر، اس کی عبادت کریں اور وہ نماز قائم کریں اور زکاۃ دیں اور یہی سیدھی ملت کا دین ہے۔''[1]

رمضان کے روزوں کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزہ رکھنا اسی طرح فرض کیا گیا ہے جس طرح ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔''[2]

بیت اللہ کا حج کرنے کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾

''اور اللہ نے ان لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض کیا ہے جو اس کی طرف سفر کرنے کی طاقت رکھتے ہوں۔ اور جس نے کفر کیا تو بے شک اللہ ساری دنیا سے بے پروا ہے۔''[3]

ایمان

ایمان کی ستر (70) سے زیادہ شاخیں ہیں۔ سب سے بلند اور اعلیٰ حصہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کا اقرار اور سب سے ہلکا درجہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا ہے۔ اور حیا بھی ایمان کا

① البینۃ 98:5. ② البقرۃ 2:183. ③ آل عمران 3:97.

(اہم) حصہ ہے۔

■ ایمان کے چھ ارکان ہیں: اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں علیہم السلام پر، قیامت کے دن پر اور تقدیر کے اچھے اور برے ہونے پر ایمان لانا۔

■ پہلے پانچ ارکان کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ﴾

''نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ نیکی تو اس شخص کی ہے جو اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر، (آسمانی) کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان لائے۔''[1]

تقدیر پر ایمان لانے کی دلیل: فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝ ﴾

''بلاشبہ ہم نے ہر چیز ایک مقرر اندازے کے مطابق پیدا کی ہے۔''[2]

3 احسان

احسان کا ایک ہی رکن ہے۔ اور وہ یہ ہے (کہ جیسے نبی ﷺ نے فرمایا:) ''تم اللہ کی عبادت اس انداز سے کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ یقیناً تمھیں دیکھ رہا ہے۔''[3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

[1] البقرة 2:177. [2] القمر 54:49.

[3] صحيح البخاري، الإيمان، باب سؤال جبريل النبي ﷺ عن الإيمان والإسلام والإحسان ......، حديث: 50، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان الإيمان والإسلام والإحسان......، حديث: 8.

﴿ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴾

''بلاشبہ اللہ تقویٰ اختیار کرنے والوں اور احسان (نیکی) کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''[1]

نیز فرمایا:

﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ۝ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ ﴾

''اور آپ (اللہ) غالب (اور) رحیم پر توکل رکھیں جو آپ کو دیکھتا ہے جب آپ (اکیلے نماز میں) قیام کرتے ہیں اور سجدہ کرنے والوں کے ساتھ آپ کا اٹھنا بیٹھنا (بھی دیکھتا ہے)۔ بلاشبہ وہی (اللہ) سننے والا، جاننے والا ہے۔''[2]

نیز فرمایا:

﴿ وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ﴾

''اور (اے نبی!) آپ جس حال میں بھی ہوتے ہیں اور اللہ کی طرف سے (نازل شدہ) قرآن میں سے جو کچھ بھی پڑھتے ہیں اور تم لوگ جو بھی عمل کرتے ہو، اس وقت ہم تمھیں دیکھ رہے ہوتے ہیں جب تم اس میں مصروف ہوتے ہو۔''[3]

احسان کے متعلق حدیث جبریل بہت مشہور ہے جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ، إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ، لَا يُرٰى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتّٰى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْنَدَ

[1] النحل 16:128۔ [2] الشعرآء 26:217-220۔ [3] یونس 10:61۔

رُكْبَتَيْهِ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ، وَقَالَ: يَامُحَمَّدُ! أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ رَسُولُ اللهِ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا قَالَ: صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ؟ قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ؟ قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ، فَإِنَّهُ يَرَاكَ قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ؟ قَالَ: مَاالْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا؟ قَالَ: أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ، رِعَاءَ الشَّاءِ، يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ، قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ، فَلَبِثْتُ مَلِيًّا، ثُمَّ قَالَ لِي: يَا عُمَرُ! أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْتُ: اَللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ، أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ»

’’ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک شخص ہمارے پاس آیا۔ اس کے کپڑے نہایت سفید اور بال انتہائی سیاہ تھے۔ اس پر سفر کے آثار بھی نہیں تھے۔ ہم میں سے کوئی اسے جانتا بھی نہیں تھا۔ وہ نبی ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں کے سامنے رکھے اور اپنے ہاتھ آپ ﷺ کی رانوں پر رکھے اور عرض کی: اے محمد ﷺ! مجھے اسلام کے بارے میں بتائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرے، زکاۃ ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرے۔‘‘ اس (سائل) نے کہا: آپ سچ فرماتے ہیں۔ ہم نے تعجب کیا کہ وہ خود ہی آپ سے سوال کرتا ہے اور خود ہی آپ کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ پھر اس نے کہا: مجھے ایمان کے بارے میں بتائیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ’’(ایمان یہ ہے) کہ تو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، قیامت کے دن پر اور تقدیر کے اچھا اور برا ہونے پر ایمان لائے۔‘‘ اس (سائل) نے کہا: آپ سچ فرماتے ہیں۔ پھر اس نے کہا: مجھے احسان کے بارے میں بتائیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ’’(احسان یہ ہے) کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ یقیناً تجھے دیکھ رہا ہے۔‘‘ پھر اس نے سوال کیا کہ قیامت کے بارے میں بتائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ’’جس سے سوال کیا گیا ہے، وہ بھی سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔‘‘ پھر اس نے سوال کیا: قیامت کی نشانیاں بتائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’(اس کی نشانیاں یہ ہیں) کہ لونڈی اپنا آقا جنے گی اور تم دیکھو گے کہ ننگے پاؤں اور برہنہ جسموں والے فقراء قسم کے لوگ اور بکریوں کے چرواہے اپنی بلند و بالا عمارتوں پر فخر کریں گے۔‘‘ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر وہ اجنبی سائل تو چلا گیا اور میں (حیرت کی تصویر بنا) کچھ دیر بیٹھا رہا، پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ’’اے عمر! تمھیں معلوم ہے کہ وہ سائل کون تھا؟‘‘ میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’وہ جبریل علیہ السلام تھے، تمھیں تمھارے امورِ دین سکھانے آئے تھے۔‘‘[1]

---

[1] صحيح البخاري، الإيمان، باب سؤال جبريل النبيﷺ ......، حديث: 50، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان الإيمان والإسلام والإحسان......، حديث: 8.

حضرت محمد ﷺ کی معرفت

آپ ﷺ کا نام ونسب:

محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہے۔ ہاشم کا تعلق قریش سے تھا اور قریش عرب کا مشہور ترین قبیلہ ہے۔ عرب حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم کی اولاد ہیں۔ ان پر اور ہمارے نبی پر افضل درود وسلام ہو۔

نبی ﷺ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ چالیس سال نبوت سے قبل اور تیئس سالہ نبوت کی زندگی ہے۔ آپ ﷺ سورۂ علق (کی پہلی وحی) سے نبی بنے اور سورۂ مدثر (کی دوسری وحی) سے منصبِ رسالت پر فائز کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرک سے بچانے اور توحید کی دعوت دینے کے لیے مبعوث فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَأَنْذِرْ ○ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ○ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ○ ﴾

”اے لحاف میں لپٹنے والے! اٹھیے اور ڈرائیے۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجیے۔ اور اپنے کپڑے پاک رکھیے اور ناپاکی چھوڑ دیجیے۔“[1]

﴿ قُمْ فَأَنْذِرْ ﴾ کے معنی ہیں کہ شرک سے ڈراؤ (آگاہ کرو) اور توحید کی دعوت دو۔

﴿ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ﴾ یعنی توحید کے ذریعے سے اپنے رب کی عظمت بیان کرو۔

---

[1] المدثر 74:1-5.

﴿ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴾ یعنی اپنے اعمال کو شرک سے بچاؤ۔

﴿ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴾ الرجز کے معنی بت اور فاھجر کے معنی ہیں کہ اس بت کو اور اس کے پیروکاروں کو چھوڑ دیں، یعنی قطع تعلق کر لیں اور ان سے بیزاری کا اظہار کریں۔

آپ ﷺ نے اس توحید کی دعوت پر دس سال صرف کیے اور دس سال کے بعد آپ کو معراج آسمانی کرائی گئی، وہاں آپ پر پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ تین سال مکہ میں نمازیں ادا کیں اس کے بعد ہجرت کا حکم ہوا تو آپ مدینہ تشریف لے گئے۔

ہجرت کے معنی ہیں: شرک والے علاقے کو چھوڑ کر اسلام والے علاقے میں چلے جانا۔ امت مسلمہ پر فرض ہے کہ وہ شرک والے علاقے کو چھوڑ کر توحید والے علاقے میں چلے جائیں اور یہ فرضیت قیامت تک کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيٓ أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوٓا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولٰٓئِكَ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيرًا ۝ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ۝ فَأُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ أَن يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُورًا ۝ ﴾

''بلاشبہ جن لوگوں کی اس حالت میں فرشتے جان قبض کرتے ہیں کہ وہ (جان بوجھ کر کافروں میں رہ کر) اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے ہوں تو فرشتے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں: ہم زمین میں کمزور تھے۔ تب فرشتے کہتے ہیں: کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ چنانچہ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ مگر وہ مرد اور عورتیں اور بچے جو واقعی بے بس ہوں اور وہ اس جگہ سے نکلنے کا کوئی وسیلہ اور کوئی راستہ نہیں پاتے، ان

لوگوں کے بارے میں امید ہے کہ اللہ انھیں معاف کردے گا اور اللہ بہت معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے۔‘‘ [1]

نیز فرمایا:

﴿ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ۝ ﴾

’’اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! بلاشبہ میری زمین وسیع ہے، لہٰذا تم میری ہی عبادت کرو۔‘‘ [2]

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جو مکہ میں تھے اور انھوں نے ابھی ہجرت نہیں کی تھی، اللہ تعالیٰ نے انھیں بھی ایمان والے کہہ کر پکارا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ حَتّٰى تَنْقَطِعَ التَّوْبَةُ، وَلَا تَنْقَطِعُ التَّوْبَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِهَا»

’’جب تک توبہ قبول ہوتی رہے گی، ہجرت منقطع نہیں ہوگی۔ اور جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوتا، توبہ قبول ہوتی رہے گی۔‘‘ [3]

جب نبی ﷺ نے مدینہ میں قیام فرمایا تو شریعت کے باقی احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا، جیسے زکاۃ، روزہ، حج، اذان، جہاد، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا اور اس کے علاوہ دیگر شرعی احکام۔ آپ نے شرعی احکام کے نفوذ و اشاعت کے لیے غیر منقطع طور پر مسلسل دس سال تک بے مثل محنت اور جدوجہد فرمائی۔ بالآخر آپ تکمیل دین کی بشارت دے کر تریسٹھ سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیام اجل پر لبیک کہتے ہوئے اس فانی دنیا سے ابدی

---

[1] النسآء 4:97-99. [2] العنکبوت 29:56.

[3] سنن أبي داود، الجهاد، باب في الهجرة هل انقطعت، حديث: 2479.

جہان کی طرف تشریف لے گئے۔

نبی ﷺ تو دنیا سے رحلت فرما گئے مگر آپ کا دین باقی ہے اور یہ ایسا دین ہے جس کی روشنی میں آپ ﷺ نے امت کو بھلائی کی ہر چیز سے آگاہ و آشنا کیا، نیز ہر قسم کے شرور و فتن سے خبردار کر دیا۔

بھلائی (خیر) جس کی آپ ﷺ نے نشان دہی فرمائی وہ توحید اور وہ تمام امور ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے۔ اور برائی (شر) جس سے آپ نے آگاہ فرمایا، وہ شرک اور وہ تمام چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں اور جن سے اس نے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ آپ کی اطاعت کو تمام جنوں اور انسانوں پر فرض قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہ اعلان کرنے کا حکم فرمایا:

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾

''کہہ دیجیے: اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔''[1]

اور اللہ تعالیٰ نے دین کو مکمل کر دیا جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾

''آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا۔''[2]

■ نبی ﷺ کی وفات کی دلیل: فرمان الٰہی ہے:

﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ۝﴾

---

[1] الأعراف 158:7. [2] المآئدة 3:5.

ⓒ مكتبة دارالسلام، ١٤٢٨ هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

محمد بن عبدالوهاب بن سليمان

ما هو الاسلام باللغة الاردية./ محمد بن عبدالوهاب بن سليمان - الرياض، ١٤٢٨ هـ

ص: ٢٠٠ مقاس: ١٤×٢١ سم

ردمك: ×-٦-٩٩٣٠-٩٩٦٠

١- الاسلام - مبادىء عامة أ. العنوان

ديوي ٢١١ ١٤٢٨/٣٢٨٧

رقم الإيداع: ١٤٢٨/٣٢٨٧

ردمك: ×-٦-٩٩٣٠-٩٩٦٠

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب فون: 4043432-4033962 1 00966 فیکس: 4021659

E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com

Website: www.darussalam.com

● طریق مکہ۔ العلیا۔ الریاض فون: 4614483 1 00966 فیکس: 4644945 ● الملز۔ الریاض فون: 4735220 فیکس: 4735221

● سویلم فون: 2860422 1 00966 ● جدہ فون: 6879254 2 00966 فیکس: 6336270

● مدینہ منورہ موبائل: 503417155 00966 فیکس: 8151121 ● خمیس مشیط فون: 2207055 7 00966 موبائل: 0500710328

● الخبر فون: 8692900 3 00966 فیکس: 8691551 ● ینبع البحر موبائل: 0500887341

فون: 5632623 6 00971 ❶ ہوسٹن فون: 7220419 713 001

فون: 4885 539 208 0044 ❷ نیویارک فون: 6255925 718 001

❶ 36 - لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور

فون: 7110081-7111023-7232400-7240024 42 0092 فیکس: 7354072

Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

❷ غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703 ❸ مون مارکیٹ اقبال ٹاؤن۔ لاہور فون: 7846714

Z-110,111 (D.C.H.S) مین طارق روڈ کراچی

فون: 4393936-21-0092 فیکس: 4393937 Email: darussalamkhi@darussalampk.com

F-8 مرکز، اسلام آباد فون: 051-2500237

''(اے نبی!) بلاشبہ آپ بھی مرنے والے ہیں اور وہ بھی یقیناً مرنے والے ہیں۔ پھر بلاشبہ تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔''[1]

مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۝﴾

''ہم نے تمھیں اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی میں تمھیں لوٹائیں گے اور اسی میں سے تمھیں ایک بار پھر نکالیں گے۔''[2]

نیز فرمایا:

﴿وَ اللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَ يُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝﴾

''اور اللہ ہی نے تمھیں زمین سے (خاص انداز سے) اگایا، پھر وہ تمھیں اس میں لوٹائے گا اور پھر تمھیں (دوبارہ) نکالے گا۔''[3]

دوبارہ زندہ کرنے کے بعد ان کا حساب ہوگا اور عمل کے مطابق جزا و سزا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝﴾

''اور اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے تاکہ وہ ان لوگوں کو جنھوں نے برے کام کیے، ان کے اعمال کی سزا دے اور ان لوگوں کو جنھوں نے اچھائیاں کیں، اچھا بدلہ دے۔''[4]

جس شخص نے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کو جھٹلایا اس نے کفر کیا۔ اللہ تعالیٰ

---

[1] الزمر 39:30،31۔ [2] طٰہٰ 20:55۔ [3] نوح 71:17،18۔ [4] النجم 53:31۔

نے فرمایا ہے:

﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ○﴾

''کافروں نے دعویٰ کیا کہ انھیں (قبروں سے) ہرگز نہیں اٹھایا جائے گا۔ (اے نبی!) کہہ دیجیے: کیوں نہیں؟ میرے رب کی قسم! تمھیں ضرور اٹھایا جائے گا، پھر تمھیں ضرور بتایا جائے گا جو تم نے عمل کیے اور یہ اللہ پر بالکل آسان ہے۔''[1]

اللہ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو خوشخبری دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ○﴾

''خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے رسول بھیجے تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لیے اللہ کو الزام دینے کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ اور اللہ بڑا زبردست، بڑی حکمت والا ہے۔''[2]

پہلے نبی نوح علیہ السلام اور آخری نبی حضرت محمد ﷺ ہیں۔ اور آپ خاتم النبیین ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾

''(اے نبی!) بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی کی جیسے ہم نے نوح اور ان کے بعد دوسرے نبیوں کی طرف وحی کی۔''[3]

اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام سے لے کر محمد ﷺ تک ہر امت میں ایک رسول مبعوث کیا۔ وہ انھیں ایک اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیتے تھے اور طاغوت کی عبادت سے منع کرتے

[1] التغابن 7:64. [2] النسآء 165:4. [3] النسآء 163:4.

تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾

''اور یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔''[1]

اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں پر فرض قرار دیا ہے کہ وہ طاغوت کا انکار کریں اور اللہ پر ایمان لائیں۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''طاغوت'' کے معنی یہ ہیں کہ بندہ اپنی حد سے تجاوز کر جائے، خواہ وہ معبود کے اسلوب میں ہو یا متبوع و مطاع کے انداز میں۔ اور طاغوت بے شمار ہیں، تاہم بڑے یہ پانچ ہیں:

- ابلیس ملعون۔
- وہ شخص جو اپنی عبادت کروا کر خوش ہوتا ہے۔
- جو لوگوں کو اپنی عبادت کی دعوت دیتا ہے۔
- جو دعویٰ کرتا ہے کہ میں غیب جانتا ہوں۔
- اور جو اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ کسی اور چیز سے فیصلے کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ ﴾

''دین میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے، پھر جو شخص طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے تو یقیناً اس نے ایک مضبوط کڑا

[1] النحل 36:16.

تھام لیا جو ٹوٹنے والا نہیں۔ اور اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔"[1]

یہی معنی و مفہوم لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ، وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ، وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ»

"(تمام) امور کی اصل اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے اور اس کی کوہان کی چوٹی (اعلیٰ ترین عمل) جہاد کرنا ہے۔"[2]

نماز کی شرائط

نماز کی شرائط نو (9) ہیں:

اسلام	عقل	شعور
وضو	طہارت	ستر ڈھانپنا
نماز کا وقت ہونا	قبلہ رو ہونا	نیت کرنا

1 اسلام: نماز کی شرائط میں سے پہلی شرط اسلام ہے۔ اس کی ضد اور الٹ کفر ہے۔ کافر کے ہر قسم کے اعمال مردود اور ناقابل قبول ہیں، خواہ وہ کوئی بھی عمل کرے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ښ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝﴾

"مشرکین اس لائق نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں جبکہ وہ اپنے آپ پر کفر کی

---

[1] البقرة2:256.

[2] جامع الترمذي، الإيمان، باب ماجاء في حرمة الصلاة، حديث:2616.

گواہی دے رہے ہوں۔ انھی لوگوں کے سب اعمال برباد ہو گئے اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔''①

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

﴿وَقَدِمْنَآ إِلَىٰ مَا عَمِلُوا۟ مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَٰهُ هَبَآءً مَّنثُورًا ۝﴾

''اور انھوں نے جو (بظاہر نیک) عمل کیے ہوں گے، ہم ان کی طرف متوجہ ہو کر ان کو اڑتا ہوا پراگندہ گرد و غبار بنا دیں گے۔''②

■ **عقل:** دوسری شرط عقل ہے۔ اس کی ضد جنون (پاگل پن) ہے۔ جب تک کسی پاگل کا جنون ٹھیک نہ ہو جائے اس کے کسی عمل کا مؤاخذہ نہیں ہوگا، وہ مرفوع القلم ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ : عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ ، وَعَنِ الْغُلَامِ حَتَّى يَحْتَلِمَ وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ»

''تین قسم کے لوگ مرفوع القلم ہیں (ان کے اعمال حساب کتاب کے لیے نہیں لکھے جاتے): ① سویا ہوا شخص یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے ② چھوٹا بچہ یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے ③ اور مجنون (دیوانہ) یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہو جائے۔''③

■ **شعور:** اس کی ضد بچپنا ہے اور اس کی حد سات سال ہے، اس کے بعد نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق اسے نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

① التوبة 17:9. ② الفرقان 23:25.

③ صحيح ابن حبان، الإيمان، باب ذكر الإخبار عن العلّة الّتي من أجلها إذا ...... : 355/1، حديث: 142، وصحيح البخاری، الطلاق، باب الطلاق فی الإغلاق...... قبل الحديث: 5269.

«مُرُوا أَبْنَاءَكُمْ بِالصَّلَاةِ لِسَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا لِعَشْرِ سِنِينَ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ»

''جب بچے سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو انھیں نماز پڑھنے کا حکم دو اور اگر دس سال کی عمر میں نماز نہ پڑھیں تو انھیں سزا دو اور (اس عمر میں) ان کو الگ الگ سلاؤ۔''[1]

4 وضو: جب وضو ٹوٹ جائے تو وضو کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ وضو کی دس شرائط ہیں: ▪ اسلام ▪ عقل ▪ شعور ▪ نیت ▪ ریح، پیشاب، مذی وغیرہ کا خارج ہونا ▪ استنجا سے فارغ ہونا ▪ پانی کا پاک ہونا ▪ پانی کا مباح ہونا ▪ جلد تک پانی پہنچنے کی راہ میں جو چیز رکاوٹ ہے، اسے دور کرنا ▪ جس شخص کا حدث دائمی ہو، یعنی وضو بار بار ٹوٹتا ہو، اس کے وضو کی شرط یہ ہے کہ جب نماز کا وقت ہو جائے، اس وقت وضو کرے۔

▪ وضو کے چھ فرائض ہیں:

▪ چہرے کا دھونا، کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا بھی چہرے میں شامل ہے۔ لمبائی کے لحاظ سے چہرہ سر کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی تک ہے۔ اور چوڑائی کے لحاظ سے کانوں کی لو تک ہے۔

▪ ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا۔

▪ پورے سر کا مسح کرنا۔ دونوں کان بھی سر میں شامل ہیں۔

▪ ٹخنوں سمیت پاؤں دھونا۔

▪ اعضاء کو بیان کردہ شرعی ترتیب کے مطابق دھونا۔

▪ تمام اعضاء کو وقفے کے بغیر مسلسل دھونا۔

---

[1] مسند أحمد: 187/2.

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے چہرے اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ دھو لو اور اپنے سروں کا مسح کرلو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک (دھولو۔)''[1]

ترتیب کے بارے میں فرمان نبوی ہے:

«اِبْدَأُوا بِمَا بَدَأَ اللهُ بِهِ»

''جہاں سے اللہ نے شروع کیا ہے، تم بھی وہاں سے شروع کرو۔''[2]

مسلسل اور لگا تار وضو کرنے کے سلسلے میں ایک حدیث ہے:

«أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَىٰ رَجُلًا يُّصَلِّي وَفِي ظَهْرِ قَدَمِهِ لُمْعَةٌ قَدْرَ الدِّرْهَمِ لَمْ يُصِبْهَا الْمَاءُ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُّعِيدَ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ»

''نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا کہ اس کے پاؤں میں درہم کے برابر جگہ خشک رہ گئی تھی جہاں پانی نہیں پہنچا تھا، آپ ﷺ نے اسے دوبارہ وضو کرنے اور نماز پڑھنے کا حکم فرمایا۔''[3]

- وضو کو بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر شروع کرنا واجب ہے۔

---

[1] المآئدة 6:5.

[2] سنن الدارقطني، الحج، باب المواقيت: 253/2 ، حديث :2554.

[3] سنن أبي داود، الطهارة، باب تفريق الوضوء، حديث: 175.

- نواقضِ وضو، یعنی جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، آٹھ ہیں:
  - دونوں شرم گاہوں میں سے کسی چیز کا خارج ہونا۔
  - جسم سے کسی فاسد اور نجس چیز کا نکلنا۔
  - عقل ماؤف ہو جانا۔
  - عورت کو شہوت سے چھونا۔
  - شرم گاہ کو ہاتھ لگانا (اگلی شرم گاہ ہو یا پچھلی۔)
  - اونٹ کا گوشت کھانا۔
  - میت کو غسل دینا۔
  - مرتد ہو جانا۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی بدبختی سے محفوظ رکھے۔)
- طہارت: تین چیزوں: جسم، لباس اور اس قطعہ زمین سے جہاں نماز پڑھنی ہے، نجاست دور کرنا، یعنی یہ تینوں چیزیں پاک ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ ﴾

''اور اپنے کپڑے پاک رکھیے۔''[1]

- ستر، یعنی شرم گاہ کو ڈھانپنا۔ اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص استطاعت کے باوجود عریاں ہو کر (کپڑے اتار کر) نماز پڑھے، اس کی نماز فاسد ہے۔ مرد اور لونڈی کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے۔ اور آزاد عورت کا چہرے کے سوا پورا جسم ستر ہے، یعنی وہ چہرے کے سوا پورا جسم ڈھانپے گی۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ خُذُواْ زِينَتَكُمۡ عِندَ كُلِّ مَسۡجِدٖ ﴾

---

[1] المدثر 74:4.

''اے بنی آدم! تم ہر نماز کے وقت اپنی زینت اختیار کرو۔''[1]

[عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ] کے معنی ہیں ''ہر نماز کے وقت۔''

■ **نماز کا وقت ہونا:** سُنَّت سے ثابت ہے کہ جبریل علیہ السلام نے اوّل وقت میں اور آخر وقت میں نبی ﷺ کی امامت کرائی تو فرمایا:

«يَامُحَمَّدُ! هٰذَا وَقْتُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِكَ وَالْوَقْتُ مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ»

''اے محمد! (ﷺ) یہ آپ سے پہلے انبیاء (کی نمازوں) کا وقت ہے اور (آپ کی نمازوں کا) مستحب وقت (بھی) ان دو وقتوں کے مابین ہے۔''[2]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝﴾

''بے شک مومنوں پر مقررہ وقتوں میں نماز فرض ہے۔''[3]

نمازوں کے اوقات اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ثابت ہیں:

﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ۭ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝﴾

''سورج ڈھلنے سے لے کر رات کے اندھیرے تک نماز قائم کیجیے اور نماز فجر بھی، بے شک فجر کی نماز (فرشتوں کے) حاضر ہونے کا وقت ہے۔''[4]

---

① الأعراف 31:7.

② سنن أبي داود، الصلاة، باب في المواقيت، حديث: 393، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في مواقيت الصلاة، حديث: 149.

③ النسآء 103:4. ④ بنيٓ إسرآءيل 78:17.

■ قبلہ رو ہونا: فرمان الٰہی ہے:

﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ﴾

''ہم آپ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اُٹھنا دیکھ رہے ہیں تو ہم ضرور آپ کو اس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں، پھر آپ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور جہاں کہیں بھی تم ہو اپنے منہ اس کی طرف پھیر لو۔''[1]

■ نیت کرنا: نیت کی جگہ دل ہے۔ نیت کا زبان سے الفاظ کے ساتھ ادا کرنا بدعت ہے۔ فرمان نبوی ہے:

«إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِیءٍ مَّا نَوٰى»

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے۔''[2]

ارکانِ نماز

ارکانِ نماز چودہ (14) ہیں:

- قوت کے ہوتے ہوئے قیام کرنا
- تکبیر تحریمہ
- سورۂ فاتحہ پڑھنا
- رکوع کرنا
- رکوع سے اٹھنا
- سات اعضاء پر سجدہ کرنا
- اعتدال
- دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا

---

[1] البقرة2:144.

[2] صحيح البخاري، بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي ......، حديث:1.
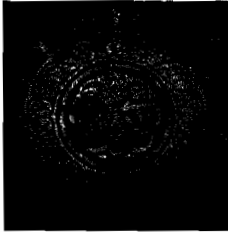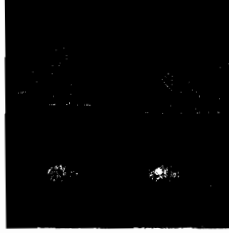
- تمام ارکان اطمینان سے ادا کرنا
- ترتیب
- آخری تشہد
- تشہد میں بیٹھنا
- نبی ﷺ پر درود بھیجنا
- دونوں طرف سلام پھیرنا

تمام (چودہ) ارکان کے بارے میں دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

■ قوت کے ہوتے ہوئے قیام: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○﴾

''تم سب نمازوں اور خاص طور پر درمیان والی نماز کی حفاظت کرو اور اللہ کے سامنے عاجزی کرنے والے بن کر کھڑے ہو۔''[1]

■ تکبیر تحریمہ: نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:

«تَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ»

''اس (نماز) کی تحریم (آغاز) تکبیر (اللہ اکبر کہنا) اور اس کی تحلیل (خاتمہ) تسلیم (السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنا) ہے۔''[2]

یعنی نماز تکبیر تحریمہ سے شروع ہوتی ہے اور سلام پھیرنے سے ختم ہوتی ہے۔ اس کے بعد ثنا پڑھتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں:

«سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ»

''اے اللہ! تو اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے اور تیرا نام بہت بابرکت ہے، تیری شان

[1] البقرة2:238.

[2] سنن أبي داود، الطهارة، باب فرض الوضوء، حديث:61.

بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔''[1]

- «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ» ''اے اللہ! میں تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں (جو تیری شان کے لائق ہے۔)''
- «وَبِحَمْدِكَ» ''اور تیری تعریف کرتے ہوئے۔''
- «وَتَبَارَكَ اسْمُكَ» ''اور تیرا نام بڑا بابرکت ہے۔''
- «وَتَعَالٰی جَدُّكَ» ''اور تیری شان بہت بلند ہے۔''
- «وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ» ''اور (اے اللہ! زمین وآسمان میں) تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔''

اس کے بعد پڑھیں:

- أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ''میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں۔''
- أَعُوذُ کے معنی ہیں ''اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں'' مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ''شیطان سے جو اللہ کی رحمت سے دور کر دیا گیا ہے۔'' کہ وہ مجھے دین و دنیا میں کسی طرح نقصان نہ پہنچا دے۔
- سورۂ فاتحہ پڑھنا: ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا رکن ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:

«لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ»

''جو شخص سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا، اس کی نماز نہیں ہوتی۔''[2]

---

[1] سنن أبي داود، الصلاة، باب من رأى الاستفتاح بسبحانك اللهم وبحمدك، حديث: 776، وجامع الترمذي، الصلاة، باب مايقول عند افتتاح الصلاة، حديث: 242.

[2] صحيح البخاري، الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم......، حديث: 756، وصحيح مسلم، الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة......، حديث: 394.

چونکہ سورۂ فاتحہ ام الکتاب ہے، لہٰذا اسے پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾

''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بہت مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

یہ حصول برکت اور استعانت کے لیے پڑھی جاتی ہے۔

■ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''

اس آیت میں ''حمد'' کے معنی ''ثنا'' کے ہیں اور حمد کے ساتھ الف لام (ال) استغراق کے لیے ہے، یعنی ہر قسم کی تعریف۔

■ ﴿رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''رب'' کے معنی ہیں، معبود، خالق، رازق، مالک، گردش زمانہ کا مالک، تمام مخلوق کو نعمتوں سے نوازنے والا۔ اور ''عالمین'' عالَم کی جمع ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ بھی ہے، ان میں سے ہر چیز یا ہر شخص ایک عالم ہے اور ہر ایک کا رب ہے۔

■ ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ''جو بہت مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

■ ﴿الرَّحْمٰنِ﴾ ''تمام مخلوق کے لیے عمومی رحمت ﴿الرَّحِيْمِ﴾ مومنوں کے لیے خصوصی رحمت۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا۝﴾

''اور اللہ مومنوں پر بہت رحم کرنے والا ہے۔''[1]

■ ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ ''جو جزا و سزا اور حساب کے دن کا مالک ہے۔''

جس روز ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق جزا دی جائے گی۔ اگر اعمال اچھے ہوئے

---

[1] الأحزاب 43:33.

تو جزا بھی بہتر ہوگی اور اگر اعمال برے ہوئے تو ان کی سزا بھی بری ہوگی۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ۝ ﴾

''اور آپ کو کیا خبر کہ روز جزا کیا ہے؟ پھر آپ کو کیا خبر کہ روز جزا کیا ہے؟ اس دن کوئی شخص کسی کے لیے کچھ بھی اختیار نہ رکھے گا اور اس دن حکم صرف اللہ کا ہوگا۔''[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ، وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا، وَتَمَنّٰى عَلَى اللهِ»

''دانا وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کو مطیع (کنٹرول) کر لیا اور موت کے بعد والی زندگی کے لیے عمل کیا۔ اور عاجز وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کو خواہشات کے پیچھے لگا لیا اور اللہ تعالیٰ سے بے جا امیدیں باندھ لیں۔''[2]

- ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ ﴾ ''ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں۔''

بندے اور اس کے رب کے درمیان جو عہد ہے، وہ یہی ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے۔

- ﴿ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ ''اور ہم صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔''

یہاں بندے اور اس کے رب کے درمیان یہ عہد ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور سے مدد

---

① الانفطار 82:17-19.

② جامع الترمذي، صفة القيامة، باب حديث الكيس من دان نفسه......، حديث:2459.

طلب نہ کی جائے۔

- ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴾ ''ہمیں سیدھے راستے کی رہنمائی فرما۔'' ﴿ اِهْدِنَا ﴾ کا مفہوم ہے: ہماری رہنمائی فرما اور قائم رکھ۔ ﴿ الصِّرَاطَ ﴾ اس کے کئی معنی کیے گئے ہیں، جیسے: اسلام، رسول ﷺ اور قرآن مجید۔ یہ سبھی معنی حق اور درست ہیں۔ ﴿ الْمُسْتَقِيْمَ ﴾ ''سیدھا'' جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہ ہو۔

- ﴿ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴾ ''ان لوگوں کی راہ جن پر (اے اللہ) تو نے انعام کیا۔'' فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ﴾

''اور جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، یعنی انبیاء، صدیقین، شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ اور یہ لوگ اچھے رفیق ہوں گے۔''[1]

- ﴿ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ ﴾ ''نہ ان کا (راستہ) جن پر غضب ہوا۔''

ان سے مراد یہود ہیں جنھوں نے علم کے باوجود عمل نہیں کیا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان کے طریق سے محفوظ رکھے۔

- ﴿ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴾ ''اور نہ ان کا (راستہ) جو بھٹکنے والے ہیں۔''

ان سے مراد نصاریٰ ہیں۔ وہ جہالت اور گمراہی کی بنیاد پر اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان کے طریق سے محفوظ رکھے۔

- ﴿ اَلضَّآلِّيْنَ ﴾ یعنی ''گمراہوں'' کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[1] النسآء 4:69.

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ○ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ○﴾

''کہہ دیجیے: (اگر تم کہو تو) کیا ہم تمھیں بتائیں کہ اعمال میں سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ جن کی سعی دنیاوی زندگی میں اکارت گئی جبکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یقیناً وہ اچھے کام کر رہے ہیں۔''[1]

اس بارے میں حدیث رسول ﷺ ہے:

«لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا شِبْرًا ، وَذِرَاعًا ذِرَاعًا ، حَتّٰى لَوْ دَخَلُوا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوهُمْ» قُلْنَا : يَارَسُولَ اللهِ! الْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى؟ قَالَ : «فَمَنْ؟»

''تم اپنے سے پہلے لوگوں (سابقہ امتوں) کی ضرور بالضرور بالشت اور ہاتھ کی حد تک پیروی کرو گے یہاں تک کہ اگر وہ سانڈے کے بل میں گھس گئے تو تم بھی ان کے پیچھے چلو گے۔'' (صحابہ کہتے ہیں) ہم نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! کیا پہلے لوگوں سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''(اگر وہ نہیں) تو پھر اور کون ہیں؟''[2]

ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

«اِفْتَرَقَتِ الْيَهُودُ عَلٰى إِحْدٰى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً. فَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ. وَافْتَرَقَتِ النَّصَارٰى عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، فَإِحْدٰى وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ، وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ. وَالَّذِي

---

[1] الكهف18:103,104.

[2] صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبي ﷺ : لتتبعن سنن من كان قبلكم، حديث:7320.

نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَتَفْتَرِقَنَّ أُمَّتِي عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ» قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَنْ هُمْ؟ قَالَ: «اَلْجَمَاعَةُ»

''یہود اکہتر (71) فرقوں میں تقسیم ہوئے۔ (ان میں سے) ایک فرقہ جنتی اور ستر جہنمی ہیں۔ اور عیسائی بہتر (72) فرقوں میں تقسیم ہوئے۔ (ان میں سے) اکہتر (71) جہنمی اور ایک جنتی ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! میری امت ضرور تہتر (73) فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ (ان میں سے) ایک فرقہ جنت میں جائے گا اور بہتر (72) جہنم میں۔'' عرض کی گئی: اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: ''جماعت۔''[1]

- رکوع اور سجدہ کرنا: رکوع کرنا، سات اعضاء پر سجدہ کرنا، اعتدال اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا ان سب کے بارے میں فرمان الٰہی ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا ﴾

''اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو۔''[2]

اس بارے میں رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ»

''مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔''[3]

تمام افعال میں اطمینان اور ارکان کی ترتیب کے بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

---

[1] سنن ابن ماجه، الفتن، باب افتراق الأمم، حديث: 3992.

[2] الحج 22:77.

[3] صحيح البخاري، الأذان، باب السجود على الأنف، حديث: 812.

« أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَرَدَّ، فَقَالَ: «اِرْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ»، فَرَجَعَ فَصَلّٰى كَمَا صَلّٰى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «اِرْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ»، ثَلَاثًا، فَقَالَ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ! مَا أُحْسِنُ غَيْرَهُ، فَعَلِّمْنِي، فَقَالَ: «إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، وَافْعَلْ ذٰلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا »

''ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے، اتنے میں ایک آدمی آیا اور اس نے نماز پڑھی، پھر نبی ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا: ''جاؤ! نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی۔'' پھر اس طرح تین دفعہ ہوا، بالآخر اس نے کہا: قسم ہے اس اللہ کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا، لہٰذا آپ مجھے سکھا دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تکبیر کہو، پھر قرآن سے جو تمھیں یاد ہو پڑھو، اس کے بعد اطمینان سے رکوع کرو، پھر سر اٹھاؤ اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر سجدہ کرو اور سجدے میں اطمینان سے رہو، پھر سر اٹھا کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور اپنی پوری نماز اس طرح مکمل کیا کرو۔''[1]

▪ آخری تشہد: آخری تشہد بھی بڑا اہم رکن ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم ......، حديث: 757، وصحيح مسلم، الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة ......، حديث: 397.

کرتے ہیں کہ جب ہم پر تشہد فرض نہیں ہوا تھا تو ہم اس طرح کہا کرتے تھے:

«اَلسَّلَامُ عَلَى اللهِ مِنْ عِبَادِهِ» «اَلسَّلَامُ عَلٰى جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ»

''اللہ پر اس کے بندوں کی طرف سے سلامتی ہو، جبریل اور میکائیل علیہما السلام پر سلامتی ہو۔''[1]

نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَقُولُوا : اَلسَّلَامُ عَلَى اللهِ فَإِنَّ اللهَ هُوَ السَّلَامُ ، وَلٰكِنْ قُولُوا : »

''یوں نہ کہا کرو کہ اللہ پر (اس کے بندوں کی طرف سے) سلامتی ہو کیونکہ اللہ تو خود سلامتی والا ہے، البتہ تم یہ کہا کرو:

«اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ»

''تمام قولی، فعلی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں۔ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔''[2]

- اَلتَّحِيَّاتُ کا مطلب ہے کہ ہر قسم کی تعظیم و تکریم اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور یہ صرف اسی کا استحقاق ہے۔ رکوع و سجود، بقا و دوام اور ہر قسم کی عظمت و کبریائی اللہ تعالیٰ ہی کے

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب التشهد في الآخرة، حديث :831،والأذان، باب مايتخير من الدعاء...... ، حديث :835.

[2] صحيح البخاري، الأذان، باب التشهد في الآخرة، حديث:831، وصحيح مسلم، الصلاة، باب التشهد في الصلاة، حديث:402.

شایانِ شان ہے۔ جس نے ان میں سے کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے مخصوص کیا تو وہ مشرک اور کافر ہے۔

- اَلصَّلَوَاتُ تمام قسم کی دعائیں اور بعض نے اس سے مراد پانچ نمازیں بھی لی ہیں۔
- اَلطَّیِّبَاتُ اللہ تعالیٰ خود بھی طیب اور پاک ہے اور وہ صرف پاکیزہ اقوال و اعمال ہی قبول کرتا ہے۔
- اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ نبی ﷺ کے لیے سلامتی، رحمت اور برکت کی دعا کی جاتی ہے۔ اور یاد رہے کہ جس کے لیے دعا کی جائے اسے اللہ کے ساتھ نہیں پکارا جا سکتا۔
- السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ اس دعا کے ذریعے سے انسان اپنے لیے اور زمین و آسمان کے ہر نیک شخص کے لیے سلامتی کی دعا کرتا ہے۔ السلام سے مراد دعا ہے۔ صالحین کہہ کر نیک اور صالح لوگوں کے لیے دعا کی جاتی ہے، لہٰذا دعا کرتے وقت اللہ کے ساتھ انھیں بھی شریک نہیں کرنا چاہیے۔
- أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ اس شہادت کی وجہ سے انسان یقین و ایمان کے ساتھ گواہی دیتا ہے کہ زمین و آسمان میں عبادت کے لائق صرف ایک ذات برحق ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اور یہ گواہی دیتا ہے کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ وہ عبد (بندے) ہیں، لہٰذا ان کی عبادت نہیں کرنی چاہیے۔ وہ رسول ہیں، لہٰذا ان کی تکذیب نہ کی جائے بلکہ ان کی اطاعت اور اتباع کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں شرفِ رسالت و عبودیت سے نوازا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝ ﴾

”وہ ذات بڑی ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان (قرآن) نازل کیا

نامِ کتاب : اِسلام کیا ہے؟

تالیف/ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ

منتظمِ اعلیٰ : عبدالمالک مجاھد

مجلس انتظامیہ : حافظ عبدالعظیم اسد (مینجر دارالسلام، لاہور) محمد طارق شاھد

مجلسِ مشاورت : حافظ صلاح الدین یوسف ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر پروفیسر محمد یحییٰ مولانا محمد عبدالجبار

ڈیزائننگ اینڈ السٹریشن : زاھد سلیم چودھری (آرٹ ڈائریکٹر)

خطاطی : اِکرام الحق

طبع اوّل: 2007

تا کہ وہ جہان والوں کے لیے ڈرانے والا بنے۔''[1]

«اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ»

''الٰہی! محمد (ﷺ) پر اور آل محمد (ﷺ) پر رحمتیں نازل فرما جیسے تو نے ابراہیم (علیہ السلام) پر اور آل ابراہیم (علیہ السلام) پر رحمتیں نازل کیں۔ بے شک تو تعریف کیا ہوا عظیم شان والا ہے۔ الٰہی ! محمد (ﷺ) پر اور آل محمد (ﷺ) پر برکتیں نازل فرما جیسے تو نے ابراہیم (علیہ السلام) پر اور آل ابراہیم (علیہ السلام) پر برکتیں نازل فرمائیں۔ بے شک تو تعریف کیا ہوا عظیم شان والا ہے۔''[2]

- الصلاۃ من اللّٰہ اللہ کی طرف سے صلاۃ سے مراد یہ ہے کہ وہ فرشتوں کے پاس اپنے بندے کی تعریف کرتا ہے۔ جیسے صحیح بخاری میں ابو عالیہ سے روایت ہے کہ صلاۃ اللّٰہ سے مراد یہ ہے کہ وہ فرشتوں کے پاس اپنے بندے کی تعریف کرتا ہے۔ بعض کے نزدیک صلاۃ سے مراد ''رحمت'' ہے۔ لیکن درست بات پہلی ہی ہے۔ اگر یہ صلاۃ فرشتوں کی طرف سے ہو تو اس سے مراد ''استغفار'' ہے۔ اور اگر آدمیوں کی طرف سے ہو تو پھر اس سے مراد دعا ہے۔ درود شریف کے بعد والی دعائیں مانگنا سُنّت ہے۔

---

[1] الفرقان 1:25.

[2] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب، حديث :3370.

چار قواعد

میں اللہ کریم، رب عرش عظیم سے دعا کرتا ہوں کہ وہ دنیا و آخرت میں تمھارا حامی و ناصر ہو، تم جہاں کہیں بھی ہو، تمھیں باعث برکت بنائے اور وہ تمھیں ایسے لوگوں میں شامل کرے کہ جب انھیں کوئی نعمت عطا کی جاتی ہے تو وہ شکر کرتے ہیں جب کوئی آزمائش آتی ہے تو صبر کرتے ہیں اور جب کوئی غلطی اور گناہ سرزد ہو جائے تو مغفرت طلب کرتے ہیں۔ یہ تینوں صفات (شکر، صبر اور استغفار) سعادت مندی کی علامت ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمھیں رشد و ہدایت سے نوازے کہ توحید ملتِ ابراہیم کا شعار ہے۔ پس لازم ہے کہ تم خالص اللہ ہی کی عبادت کے خیال سے اس ایک اللہ ہی کی عبادت کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ ﴾

"اور میں نے جن اور انسان اسی لیے تو پیدا کیے ہیں کہ وہ میری ہی عبادت کریں۔"[1]

جب تم نے یہ حقیقت جان لی کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے تو یہ بات خوب ذہن نشین کر لو کہ توحید کے بغیر کوئی عبادت، عبادت نہیں جیسے طہارت کے بغیر نماز نہیں۔ جب عبادت میں شرک کی گندگی شامل ہوگی تو عبادت فاسد ہو جائے گی جیسے پاخانہ کرنے سے طہارت ختم ہو جاتی ہے۔

---

[1] الذّٰریٰت 56:51.

جب تم پر یہ حقیقت روشن ہوگئی کہ جونہی عبادت میں شرک کی گندگی شامل ہوتی ہے، عبادت فاسد ہو جاتی ہے۔ اس طرح سارے اعمال برباد ہو جاتے ہیں اور مشرک ہمیشہ کے لیے جہنمی بن جاتا ہے، پس لازم ہے کہ تمھیں عبادت کی ٹھیک ٹھیک معرفت ہونی چاہیے، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں شیطان کے پھیلائے ہوئے سب سے خطرناک جال سے بچا لے جس سے مراد اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾

”بے شک اللہ یہ گناہ ہرگز نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور وہ اس کے سوا جسے چاہے معاف کر دے گا۔“[1]

اور ان چار قواعد کی معرفت سے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں بیان کیے ہیں، شرک کے جال سے بچا جا سکتا ہے۔

1 پہلا قاعدہ: یہ معلوم ہونا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ نے جن کفار سے جہاد کیا، وہ بھی اس چیز کا اقرار کرتے تھے کہ خالق، رازق اور مدبر اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اس کے باوجود وہ اسلام میں داخل نہیں سمجھے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ ﴾

”(اے نبی!) کہہ دیجیے: تمھیں آسمان اور زمین سے کون رزق دیتا ہے یا کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور کون (دنیا کے) کاموں کا انتظام کرتا ہے؟ تو وہ (کافر) ضرور کہیں

[1] النسآء 4:116.

گے: اللہ! تو کہہ دیجیے: کیا پھر تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں؟''[1]

2 دوسرا قاعدہ: وہ کہتے تھے کہ ہم جو انھیں پکارتے ہیں تو ہمارا یہ عمل صرف حصول تقرب اور شفاعت و سفارش کے لیے ہے۔ تقرب کے بارے میں ان کی اس دلیل کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ڛ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ﴾

''اور جن لوگوں نے اس کے سوا کارساز بنا رکھے ہیں، (وہ کہتے ہیں:) ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے زیادہ قریب کردیں، یقیناً اللہ ان کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں، بے شک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا، ناشکرا ہو۔''[2]

▪ شفاعت و سفارش کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَاۗءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ﴾

''اور وہ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو انھیں نہ نقصان دیتی ہیں اور نہ نفع دیتی ہیں اور وہ کہتے ہیں: یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔''[3]

▪ شفاعت دو قسم کی ہے: ① ایسی شفاعت جس کی نفی کی گئی ہے ② ایسی شفاعت جو ثابت ہے۔

▪ ممنوعہ شفاعت سے مراد وہ شفاعت ہے جو اللہ کے سوا کسی اور سے طلب کی جائے،

---

① یونس 31:10. ② الزمر 3:39. ③ یونس 18:10.

حالانکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ط وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ہم نے تمھیں جو کچھ دیا، اس میں سے خرچ کرو، اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی اور نہ کوئی دوستی یا سفارش ہی کام آئے گی۔ اور کفر کرنے والے ہی ظالم ہیں۔''[1]

جائز شفاعت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے طلب کی جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی شفاعت کرنے والے کو شفاعت کا حق دے کر عزت بخشی جائے گی۔ یہ شفاعت صرف اس کے بارے میں کی جائے گی جس کے قول و عمل سے اللہ راضی ہو، نیز یہ شفاعت اللہ کی اجازت کے بعد کی جائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾

''کون ہے جو اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟''[2]

3. تیسرا قاعدہ: نبی ﷺ ایسے لوگوں کی طرف مبعوث کیے گئے تھے جو عبادت کے لحاظ سے متفرق و مختلف تھے۔ ان میں سے کوئی تو فرشتوں کو پوجتا تھا، کوئی انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی عبادت کرتا تھا، کچھ درختوں اور پتھروں کو پوجتے تھے۔ اور کچھ لوگ سورج اور چاند کی پرستش کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سب سے بلا امتیاز جہاد کیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾

''اور تم ان (کافروں) سے لڑو حتی کہ فتنہ (شرک) نہ رہے اور (ہر کہیں) سارے

---

[1] البقرة 2:254. [2] البقرة 2:255.

کا سارا دین اللہ ہی کا ہو۔“[1]

سورج اور چاند کے بارے میں فرمایا:

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝﴾

”اور اسی (اللہ) کی نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند بھی ہیں، لہٰذا تم لوگ نہ تو سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو، اگر واقعی تم اسی کی عبادت کرتے ہو تو تم اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان (سب) کو پیدا کیا ہے۔“[2]

فرشتوں کے بارے میں فرمایا:

﴿ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ﴾

”اور وہ تمھیں یہ حکم نہیں دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو۔“[3]

انبیاء علیہم السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿ وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝﴾

”اور جب اللہ کہے گا: اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنالو؟ تو وہ کہیں گے: تو پاک ہے، میرے لیے جائز نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں۔ اگر میں نے یہ بات کہی ہوتو

[1] الأنفال 39:8. [2] حٰم السجدة 37:41.

[3] آل عمرٰن 80:3.

یقیناً تو اسے جانتا ہے۔ تو اسے بھی جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں اسے نہیں جانتا جو کچھ تیرے نفس میں ہے۔ بے شک تو ہی سب سے بڑھ کر غیب جاننے والا ہے۔"[1]

صالحین کے بارے میں فرمایا:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ﴾

"جنھیں یہ (مشرک) لوگ پکارتے ہیں، وہ تو خود اپنے رب تک پہنچنے کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں سے کون (اللہ سے) قریب تر (ہوسکتا) ہے اور وہ اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔"[2]

درختوں اور پتھروں کے بارے میں فرمایا:

﴿اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى ۝ وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝﴾

"تم مجھے لات اور عزیٰ کی خبر دو۔ اور تیسری (دیوی) مناۃ کی جو گھٹیا ہے۔"[3]

ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ (ہم) نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کی معیت میں) حنین کے لیے روانہ ہوئے (ہم اس وقت نئے نئے مسلمان ہوئے تھے) تو مشرکین کے ایک درخت کے پاس سے گزرے۔ اس درخت کو ذات أنواط کہتے تھے۔ وہ اس کے ساتھ اسلحہ لٹکاتے تھے۔ ہم نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی ذات أنواط مقرر کر دیں جیسا کہ ان کے لیے ذات أنواط ہے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سبحان اللہ! یہی تو وہ بات ہے جو قوم موسیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ ہمارے لیے بھی معبود بنا دو جیسے ان کے

---

① المآئدة 116:5. ② بنی إسرآء یل 57:17.
③ النجم 20,19:53.

معبود ہیں۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! البتہ تم ضرور پہلی امتوں کے طریقے پر چلو گے۔'' [1]

4 چوتھا قاعدہ: شرک کے لحاظ سے ہمارے دور کے مشرکین سابقہ دور کے مشرکین سے کہیں زیادہ سخت ہیں کیونکہ پہلے دور کے مشرکین صرف خوشحالی اور آسودگی کے وقت شرک کرتے تھے اور مشکل وقت میں صرف اللہ کو پکارتے تھے جبکہ ہمارے دور کے مشرکین ہر حال میں شرک کرتے رہتے ہیں، خواہ خوشحالی ہو یا تنگ دستی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ○﴾

''پھر جب وہ (مشرکین) کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو وہ خالص اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے اسے پکارتے ہیں، پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو خشکی پر آتے ہی وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔'' [2]
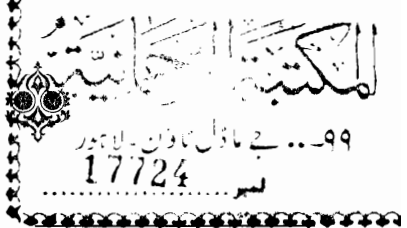
[1] جامع الترمذي، الفتن، باب ماجاء لتركبن سنن من كان قبلكم، حديث: 2180.

[2] العنكبوت 29:65.

پرانے زمانے کا انسان اللہ رب العزت پر ایمان تو رکھتا تھا مگر اس کا تصورِ باری تعالیٰ بڑا مبہم اور منفی نوعیت کا تھا۔ وہ اپنے آس پاس مچھروں کے غول دیکھتا تھا، خونخوار درندوں کو حملہ آور پاتا تھا۔ آتش فشاں پہاڑوں کے بھڑکتے ہوئے شعلے دیکھتا تھا۔ سیلاب اُمنڈتے تھے، بھونچال آتے تھے، بادل گرجتے تھے، بجلی کڑکتی تھی اور ژالہ باری ہوتی تھی تو وہ پناہ کے لیے غاروں کی طرف بھاگتا تھا اور کم عقلی کی وجہ سے یہ سمجھتا تھا کہ ساری کائنات میرے دشمنوں سے بھری ہوئی ہے اور جس نے یہ کائنات بنائی ہے وہ بڑی خوفناک اور طاقتور ہستی ہے...... اللہ تعالیٰ نے یہ اور ان جیسے دیگر جاہلانہ تصورات کے خاتمے اور انسان کی رہبری کے لیے یکے بعد دیگرے بہت سے پیغمبر بھیجے اور سب سے آخر میں خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کو قیامت تک کے انسانوں کے لیے اسوۂ حسنہ بنا کر مبعوث فرمایا۔ رسالت مآب ﷺ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ آپ نے عالم انسانیت کو اللہ رب العزت کی ذات اور صفات کی معرفت کا سبق دیا۔

امام محمد بن سلیمان تمیمی رحمہ اللہ کی یہ کتاب جو "اسلام کیا ہے؟" کے زیرِ عنوان جلوہ گر ہوئی ہے، جناب رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کا نہایت آسان، عام فہم اور دلکش خلاصہ ہے۔ اسے معمولی اردو جاننے والے افراد بھی بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ اس کتاب میں اللہ تعالیٰ کی معرفت، عبادت کی قسمیں، دین اسلام کی معرفت، اسلام، ایمان اور احسان کے مراتب، مراحل اور مدارج وضاحت سے بتائے گئے ہیں اور آخر میں رسالت مآب حضرت محمد ﷺ کی صفات، جہات، حیثیات اور تعلیمات بیان کی گئی ہیں۔ دین قیم کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے یہ ننھی سی کتاب بڑی بڑی ضخیم کتابوں پر بھاری ہے۔ اسے پڑھیے، اس کے مندرجات پر عمل کیجیے اور دنیا و آخرت میں ہر طرح کی کامیابیوں سے سرفراز ہو جائیے۔

ISBN: 9960-9930-6-X

Book No. 69